''حافظ جی'' رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

ہمارے دفتروں میں حضرت مولانا عطاء المنعم کا نام ''حافظ جی'' پکارا جاتا تھا۔ بڑا جامع ترین نام تھا۔ احباب اس لفظ سے پہچان جاتے کہ تذکرہ انہی کا (حضرت سید عطاء المنعم بخاری) ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک عجیب کیفیت جو دیکھی گئی وہ ان کے چہرے کی بشاشت تھی۔ ان کا بشاش چہرہ، کھلے ہوئے ہونٹ اور چہرے کی رنگت دیدنی تھی۔ جب میں نے حافظ جی کو تین چار دفعہ اس طرح دیکھا تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات بے ساختہ یاد آجاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے آخری ایام تھے تو آپ کے چہرے پر ایک سرخی اور بشاشت تھی اور کتب احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تذکرہ کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے، کہ آپ کی صحت پہلے نسبت اچھی ہے۔ حضرت عباس انھیں کہنے لگے کہ میں ہاشمیوں اور قریشیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں بہت سارے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کے چہرے کی بشاشت اور چہرے کی سرخی یہ بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کو چھوڑنے والے ہیں۔ ہاشمی جب دنیا چھوڑتا ہے تو اس کا چہرہ ہشاش بشاش ہوتا ہے۔

حافظ صاحب کے ہاں آخری دنوں میں دو تین بار جانے کا اتفاق ہوا تو آپ یقین کریں کہ اس سے پہلے ان کا چہرہ اتنا چمکیلا اور سرخ نہیں تھا جو بیماری کی حالت میں تھا۔ ایک چیز ان کی یہ بھی تھی کہ ان پر اللہ نے بڑی رقت طاری کر دی تھی۔ ہم چار ساتھی ان سے مل کر واپس گئے تو ہمارے ساتھی مولانا بشیر احمد صاحب کہنے لگے: حافظ صاحب تو بہت جری ہوتے تھے اور اب اتنی رقت طاری ہوگئی کہ ان کے آنسو نہیں تھمتے۔ میں نے مولوی بشیر سے کہا کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں پڑھا ہے کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے رقت طاری کر رکھی تھی اور وہ واحد پیغمبر ہیں جو اس دنیا میں نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے اور بن شادی کے فوت ہوئے اور ان کے ساتھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کی پیدائش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا تھا کہ یہ نبی ہوں گے۔ دو پیغمبروں کو بچپن میں نبوت ملی تھی۔ ان میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بہت رویا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عمر میں ان سے چھوٹے تھے اور یہ بہت مسکرایا کرتے تھے۔ جن دوستوں نے حافظ صاحب کو جوانی میں دیکھا ہے ان کے لبوں کی سرخی، ان کے دانتوں کی سفیدی، ان کے ماتھے کے بل، ان کے سامنے ہوں گے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مسکرایا کرتے تھے اور جنھوں نے انھیں ان پانچ چھے ماہ میں دیکھا ہے کہ جب کوئی دوست ملا۔ اپنا نام بتایا تو اس کی خیریت پوچھی۔ اس کے بچوں کا پوچھا۔ پھر انسانی ہمدردی کی باتیں کر کے روتے تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے حضرت یحییٰ علیہ السلام یاد آجاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسکراتا دیکھتے تو فرماتے تھے کہ تجھے ہنسی

آرہی ہے، تو بس نہیں کرتا۔ تو وہ ان سے فرماتے کہ آپ روئے جارہے ہیں۔ رونے سے بس نہیں کرتے۔ دو صفتیں تھیں۔ جوانی میں مسکراتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت پر قوی بھروسہ تھا۔ مومن جب مسکراتا ہے تو اللہ پر اعتماد کے ساتھ کہ وہ میرا خالق و مالک ہے۔ میں اسے جانتا ہوں، اس نے مجھے یہاں بشاشت دی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے ہشاش بشاش رکھے گا اور جب مومن آنسو بہاتا ہے تو وہ موت کے لمحات ہوتے ہیں کہ اس کے آنسوؤں کو پوچھنے والا اللہ ہے کہ یہ میرے ہاں آرہا ہے اور اسے احساس ہے کہ اس سے زندگی کا سوال ہونا ہے۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھیں اور مرے آنسو صاف کردیں۔

میرے محترم دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں عظیم ترین افراد تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان واحد خاندان ہے جو دین کی اشاعت وترویج اور معرفت کے پھیلاؤ میں منفرد ہے۔ یہ امتیاز اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی پشت در پشت رکھا ہے۔ ہماری چودہ سو سال کی تاریخ میں جہاں جہاں سادات میں سے مشائخ گزرے ہیں۔ ان کے اثرات آپ نے منفرد دیکھے ہوں گے۔ اللہ رب العزت حافظ صاحب کے درجات کو بلند فرمائیں۔ یہ دین کا کام حافظ صاحب کی اپنی زندگی میں ایک منفرد انداز میں تھا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ ان کا ایک اپنا انداز تھا۔ ان کے ستر سالہ زندگی کے لمحات امتِ مسلمہ اور امتِ مسلمہ کے چنے ہوئے افراد جو علمائے کرام تھے، ان کے متعلق اور دین اسلام کے خلاف جو فتنے پیدا ہورہے تھے۔ تین باتوں کے متعلق ان کے دل اور دماغ میں یہ فکر ہوتی تھی کہ دین کے خلاف کس طرح منہ کھول رہے ہیں اور اس کا تدارک امت کو جس طرح کرنا چاہیے، اس طرح ہونے نہیں پاتا۔ انھوں نے اپنے اساتذہ کا ایک معیار دیکھا تھا۔ وہ جب دنیا سے اٹھے تو انھیں اپنے دائیں بائیں بھی ہم جیسے کمزور مولوی صاحبان ملے۔ یہ بھی ان کے لیے تکلیف دہ بات تھی۔ کاش کہ وقت کے علماء، ان کا مقام، ان کا منصب، ان کی سوچ اور فکر، ان کی قوتِ ارادی، ماضی کے اپنے اسلاف کے ہم پلہ ہوتی۔ اس کے اندر لچک نہ آتی۔ دین اسلام کی یہاں جس طرح پامالی ہورہی ہے۔ یہ حافظ صاحب کا ایک منفرد موضوع ہوتا تھا کہ اس خطے کے اندر جو اسلام کے لیے طویل جدوجہد کے بعد حاصل کیا گیا تھا۔ امید تھی دین کی سربلندی کی، مگر اس کے برعکس یہاں دین کو نقصان پہنچ رہا ہے اور دین کے خلاف طاقتیں اجاگر ہورہی ہیں۔ انھوں نے اپنی اس زندگی میں کبھی درس دیئے ہیں۔ کہیں انھوں نے تقریریں کی ہیں اور کہیں انھوں نے وعظ کیے ہیں۔ انھیں ایک تو مجلس احرار اسلام کے ورکر اور ساتھی ملے اور پھر حضرت امیر شریعت کے رفقاء اور ساتھی بھی ملے۔ اور یہ ان کا کمال ہے کہ اپنے والد ماجد کے رفقاء کرام کو بھی اپنے سینہ سے جوڑ کے رکھا اور مجلس احرار اسلام کے رفقاء کرام کو بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنا ایک مستقل حلقہ پیدا کیا۔ اپنے اخلاق سے اپنی عادات سے، اپنے طرزِ عمل سے اور اپنی محنت سے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک مستقل حلقہ دیا۔ وہ آج تین حلقے چھوڑ کر اس دنیا سے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کے ان تینوں حلقوں کو شیر وشکر رکھیں۔ جب ایک آدمی دنیا سے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خصوصیات اور خوبیاں جو دین کے محاذ پر کام کرتے ہیں، اس کے چاہنے والوں میں منتقل کردیتے ہیں۔ وہ دنیا سے چلے گئے لیکن جو چیزیں ان کے وجود کے ساتھ وابستہ تھیں۔ آپ دعا کریں اللہ رب العزت وہ اوصاف حافظ صاحب کے بھائیوں میں اور ان کے چاہنے والوں میں منتقل کردیں۔ ہم ان کے وجود سے اسی طرح مستفید ہوتے رہیں۔ (آمین)　　　　(دارِ بنی ہاشم ملتان میں تعزیتی جلسہ سے خطاب 24/ اکتوبر 1995ء)